جاوید احمد غامدی

قانون عبادات

(۱۱)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

زکوٰۃ

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ، وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ، وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا، وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ، تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ، ھُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا. (المزمل ۷۳: ۲۰)

''اور اپنے (شب و روز میں) نماز کا اہتمام رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور (دین و ملت کی ضرورتوں کے لیے) اللہ کو قرض دو، اچھا قرض اور (یاد رکھو کہ) جو کچھ بھلائی تم آگے بھیجو گے، اسے اللہ کے ہاں اس سے بہتر اور ثواب میں برتر پاؤ گے۔''

اس آیت میں اور اس کے علاوہ قرآن کے متعدد مقامات پر مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اموال میں سے زکوٰۃ ادا کریں۔ نماز کے بعد یہ دوسری اہم ترین عبادت ہے۔ اپنے معبودوں کے لیے پرستش کے جو آداب انسان نے بالعموم اختیار کیے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے مال، مواشی اور پیداوار میں سے ایک حصہ ان کے حضور میں نذر کے طور پر پیش کیا جائے۔ اسے صدقہ، نیاز، نذرانے اور بھینٹ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ انبیا علیہم السلام کے دین میں زکوٰۃ کی حیثیت اصلاً یہی ہے اور اسی بنا پر اسے عبادت قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن نے کئی جگہ اس کے لیے لفظ صدقہ استعمال کیا ہے اور وضاحت فرمائی ہے کہ اسے دل کی خستگی اور فروتنی کے ساتھ ادا کیا جائے۔ ارشاد فرمایا ہے:

اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ، وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ، وَھُمْ رٰکِعُوْنَ. (المائدہ ۵: ۵۵)

''جو نماز کا اہتمام کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں، اس طرح کہ (اندر سے) جھکے ہوئے ہوتے ہیں۔''

وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا ، وَّقُلُوْبُھُمْ وَجِلَةٌ ، اَنَّھُمْ اِلٰی رَبِّھِمْ رٰجِعُوْنَ . (المومنون۲۳:۶۰)

''اور وہ لوگ کہ جو کچھ بھی دیتے ہیں، اس طرح دیتے ہیں کہ ان کے دل اس خیال سے کانپ رہے ہوتے ہیں کہ انھیں اپنے پروردگار کی طرف پلٹنا ہے۔''

یہ مال کا حق ہے جو خدا کے لیے خاص کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں 'واتوا حقه یوم حصاده'[۳۲۳] کا حکم اسی حقیقت کو واضح کرتا ہے۔ اس کے بارے میں عام روایت یہ رہی ہے کہ نذر گزارنے کے بعد اسے معبد سے اٹھا کر اس کے خدام کو دیا جاتا تھا کہ وہ اس سے عبادت کے لیے آنے والوں کی خدمت کریں۔ ہماری شریعت میں یہ طریقہ باقی نہیں رہا۔ اس کی جگہ ہم کو ہدایت کی گئی ہے کہ نظم اجتماعی کی ضرورتوں کے لیے یہ مال ارباب حل وعقد کے سپرد کر دیا جائے۔ تاہم اس کی حقیقت میں اس سے کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ یہ خدا ہی کے لیے خاص ہے اور اس کے بندے جب اسے ادا کرتے ہیں تو اس کی پزیرائی کا فیصلہ بھی اسی بارگاہ سے ہوتا ہے۔ فرمایا ہے:

اَلَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ ھُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ ، وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ. (التوبہ۹:۱۰۴)

''کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ اپنے بندوں سے آپ توبہ قبول کرتا اور ان کے صدقات کی پزیرائی فرماتا ہے۔''

دین میں اس عبادت کی اہمیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز ہی کی طرح اسے بھی آدمی کے مسلمان سمجھے جانے کی شرائط میں سے قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے: 'فان تابوا ، واقاموا الصلوة ، واتوا الزكوة ، فاخوانكم فى الدين'[۳۲۴] (پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز کا اہتمام کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو دین میں تمھارے بھائی ہوں گے)۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے بعد ایمان کا دوسرا ثمرہ یہی ہے۔ سورۂ مومنون اور سورۂ معارج کی جو آیات ہم نے اس سے پہلے نماز کی اہمیت بیان کرتے ہوئے نقل کی ہیں، ان سے یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ اعمال صالح کی فہرست میں نماز کے بعد اسی کا درجہ ہے۔ چنانچہ قرآن میں یہ اسی حیثیت سے مذکور ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ مشرکین کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتے، چنانچہ قیامت میں جواب دہی کے اصلی منکر بھی وہی ہیں:

وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ ، الَّذِیْنَ لَایُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَةِھُمْ کٰفِرُوْنَ. (حٰم السجدہ۴۱:۶۔۷)

''بربادی ہے اِن مشرکوں کے لیے، یہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور یہی ہیں جو آخرت کے منکر ہیں۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی یہ اہمیت اپنے ارشادات میں واضح فرمائی ہے۔

ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جسے اللہ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی، اس کا یہ مال اس

۳۲۳۔ الانعام۶:۱۴۱۔ ''اور اس کی فصل کاٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو۔''

۳۲۴۔ التوبہ۹:۱۱۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کے لیے گنجا سانپ بنا دیا جائے گا جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے اور قیامت کے دن وہ اس کی گردن میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا۔ پھر وہ اس کی باچھیں پکڑ لے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔[۳۲۵]

ابوذر غفاری کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس اونٹ، گائے اور بکریاں ہیں اور وہ ان کا حق ادا نہیں کرتا، قیامت کے دن وہ اس طرح اس کے سامنے لائی جائیں گی کہ بہت بڑی اور بہت موٹی ہوں گی۔ اسے وہ اپنے پاؤں سے کچلیں گی اور سینگوں سے ماریں گی۔ پہلی گزر جائے گی تو دوسری اس کی جگہ لے لے گی۔ لوگوں کے مابین فیصلہ ہو جانے تک اس کے ساتھ یہی ہوتا رہے گا۔[۳۲۶]

قرآن میں بیان ہوا ہے کہ یہی معاملہ زکوٰۃ کے علاوہ ان تمام حقوق و مطالبات اور مصارف خیر کا بھی ہے جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ، يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ، فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ، وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ، هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ، فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ. (التوبہ ۹: ۳۴۔۳۵)

''اور جو لوگ سونا اور چاندی ڈھیر کر رہے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انھیں ایک دردناک عذاب کی خوش خبری دو، اس دن جب دوزخ میں اس پر آگ دہکائی جائے گی، پھر اُن کی پیشانیاں، اُن کے پہلو اور اُن کی پیٹھیں اس سے داغی جائیں گی۔ یہ ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا تو اب چکھو اس کا مزہ جو تم جمع کرتے رہے ہو۔''

زکوٰۃ کی تاریخ

زکوٰۃ کی تاریخ وہی ہے جو نماز کی ہے۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی طرح اس کا حکم بھی انبیا علیہم السلام کی شریعت میں ہمیشہ موجود رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب مسلمانوں کو اس کے ادا کرنے کی ہدایت کی تو یہ ان کے لیے کوئی اجنبی چیز نہ تھی۔ دین ابراہیمی کے تمام پیرو اس کے احکام سے پوری طرح واقف تھے۔ قرآن نے اسی بنا پر اسے 'حق معلوم'[۳۲۷] (ایک متعین حق) سے تعبیر کیا ہے۔ لہٰذا یہ پہلے سے موجود ایک سنت تھی جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم سے اور ضروری اصلاحات کے بعد مسلمانوں میں جاری فرمایا ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام اپنے گھر والوں کو جس طرح نماز کی تاکید کرتے تھے، اسی طرح زکوٰۃ ادا کرنے کی تلقین بھی فرماتے تھے: 'كان يأمر اهله بالصلوٰة و الزكوٰة، و كان عند

---

۳۲۵ بخاری، رقم ۱۳۳۸۔

۳۲۶ بخاری، رقم ۱۳۹۱۔

۳۲۷ المعارج ۷۰: ۲۴۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ربــه مـرضيـاً'[۳۲۸] (وہ اپنے لوگوں کونماز اور زکوٰۃ کی تلقین کرتا تھا اور اپنے پروردگار کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھا)۔ بنی اسرائیل کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے نماز اور زکوٰۃ، دونوں کی پابندی کا عہد لیا[۳۲۹]، اور وعدہ فرمایا تھا کہ 'انی معکم لئن اقمتم الصلوٰۃ و اٰتیتم الزکوٰۃ'[۳۳۰] (میں تمھارے ساتھ ہوں، اگر تم نماز پر قائم رہو گے اور زکوٰۃ ادا کرو گے)۔ ان کے جلیل القدر آبا کے متعلق قرآن کا بیان ہے: 'واوحینا الیھم فعل الخیرٰت واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ'[۳۳۱] (اور ہم نے ان کو بھلائی کے کام کرنے، نماز کا اہتمام کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی کی)۔ سیدنا مسیح علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا ہے: 'واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیاً'[۳۳۲] (اور اللہ نے مجھے زندگی بھر کے لیے نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا ہے)۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَاتَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّامِنْ بَعْدِ مَا جَآءَ تْهُمُ الْبَيِّنَةُ ، وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ، حُنَفَآءَ ، وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ ، وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ. (البینہ۹۸: ۴-۵)

''اور (اِن میں سے وہ لوگ) جنھیں (پہلے) کتاب دی گئی، وہ یہ واضح نشانی اپنے پاس آ جانے کے بعد ہی تفرقے میں پڑے۔ اور (اِس میں بھی) انھیں یہی ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اطاعت کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے، پوری یک سوئی کے ساتھ، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور (حقیقت یہ ہے کہ) سیدھی ملت کا دین یہی ہے۔''

بائیبل میں بھی زکوٰۃ کا ذکر اسی طرح ہوا ہے۔

احبار میں ہے:

''اور زمین کی پیداوار کا سارا عشر، خواہ وہ زمین کے بیج کا ہو یا درخت کے پھل کا ہو، خداوند کا ہے اور خداوند کے لیے پاک ہے۔ اور اگر کوئی اپنے عشر میں سے چھڑانا چاہے تو اس کا پانچواں حصہ اس میں اور ملا کر اسے چھڑائے۔ اور گائے بیل اور بھیڑ بکری یا جو جانور چرواہے کی لاٹھی کے نیچے سے گزرتا ہو، ان کا عشر، یعنی دس پیچھے ایک ایک جانور خداوند کے لیے پاک ٹھیرے۔'' (۲۷: ۳۰-۳۱)

گنتی میں ہے:

۳۲۸؎ مریم۱۹: ۵۵۔

۳۲۹؎ البقرہ۲: ۸۳۔

۳۳۰؎ المائدہ۵: ۱۲۔

۳۳۱؎ الانبیاء۲۱: ۷۳۔

۳۳۲؎ مریم۱۹: ۳۱۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

''اور خداوند نے موسیٰ سے کہا: تو لاویوں سے اتنا کہہ دینا کہ جب تم بنی اسرائیل سے اس عشر کو لو جسے میں نے ان کی طرف سے تمھارا موروثی حصہ کر دیا ہے تو تم اس عشر کا عشر خداوند کے حضور اٹھانے کی قربانی کے لیے گزراننا۔'' (۱۸:۲۵۔۲۶)

استثنا میں ہے:

''تو اپنے غلے میں سے جو سال بہ سال تیرے کھیتوں میں پیدا ہو، عشر ادا کرنا۔'' (۱۴:۲۲)

''تین تین برس کے بعد تو تیسرے برس کے مال کا سارا عشر نکال کر اسے اپنے پھاٹکوں کے اندر اکٹھا کرنا۔ تب لاوی جس کا تیرے ساتھ کوئی حصہ یا میراث نہیں اور پردیسی اور یتیم اور بیوہ عورتیں جو تیرے پھاٹکوں کے اندر ہوں، آئیں اور کھا کر سیر ہوں تا کہ خداوند تیرا خدا تیرے سب کاموں میں، جن کو تو ہاتھ لگائے، تجھ کو برکت بخشے۔'' (۱۴:۲۸۔۲۹)

''اور جب تو تیسرے سال جو عشر کا سال ہے، اپنے سارے مال کا عشر نکال چکے تو اسے لاوی اور مسافر اور یتیم اور بیوہ کو دینا تا کہ وہ اسے تیری بستیوں میں کھائیں اور سیر ہوں۔'' (۲۶:۱۲)

سیدنا مسیح علیہ السلام نے اسی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''اے ریا کار فقیہو اور فریسیو، تم پر افسوس کہ پودینے اور سونف اور زیرے پر تو عشر دیتے ہو۔ پر تم نے شریعت کی زیادہ بھاری باتوں، یعنی انصاف اور رحم اور ایمان کو چھوڑ دیا ہے۔ لازم تھا کہ یہ بھی کرتے اور وہ بھی نہ چھوڑتے۔ اے اندھے راہ بتانے والو جو مچھر کو چھانتے ہو اور اونٹ کو نگل جاتے ہو۔'' (متی ۲۳:۲۳۔۲۴)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

زکوٰۃ کا مقصد

زکوٰۃ کا مقصد اس کے نام ہی سے متعین ہو جاتا ہے۔ اس لفظ کی اصل نمو اور طہارت ہے۔ لہٰذا اس سے مراد وہ مال ہے جو پاکیزگی اور طہارت حاصل کرنے کے لیے دیا جائے۔ اس سے واضح ہے کہ زکوٰۃ کا مقصد وہی ہے جو پورے دین کا ہے۔ یہ نفس کو ان آلایشوں سے پاک کرتی ہے جو مال کی محبت سے اس پر آ سکتی ہیں، مال میں برکت پیدا کرتی ہے اور نفس انسانی کے لیے اس کی پاکیزگی کو بڑھانے کا باعث بنتی ہے۔ اللہ کی راہ میں انفاق کا چونکہ یہ کم سے کم مطالبہ ہے جسے ایک مسلمان کو ہر حال میں پورا کرنا ہے، اس لیے اس سے وہ سب کچھ تو حاصل نہیں ہوتا جو اس سے آگے انفاق کے عام مطالبات کو پورا کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور جسے ہم اس سے پہلے انفاق فی سبیل اللہ کی بحث میں بیان کر آئے ہیں، تاہم انسان کا دل اس سے بھی اپنے پروردگار سے لگ جاتا اور اللہ تعالیٰ سے وہ غفلت بڑی حد تک دور ہو جاتی ہے جو دنیا اور اسباب دنیا کے ساتھ تعلق خاطر کی وجہ سے اس پر طاری ہوتی ہے۔ سیدنا مسیح علیہ السلام کے الفاظ میں: آدمی کا دل وہیں رہتا ہے جہاں اس کا مال رہتا ہے۔[۳۳۳] یہ بات محتاج استدلال نہیں ہے۔ آدمی جب چاہے، اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اس کا تجربہ کر سکتا ہے۔

---

[۳۳۳] متی ۶:۲۱۔ لوقا ۱۲:۳۴۔

زکوٰۃ کا یہ مقصد قرآن مجید نے نہایت خوبی کے ساتھ خود بھی واضح کر دیا ہے۔ ارشاد ہے:

خُذُ مِنُ اَمُوَالِهِمُ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمُ وَتُزَكِّيُهِمُ بِهَا. (التوبہ۹:۱۰۳)

''ان کے اموال میں سے زکوٰۃ لو، اس سے تم انھیں پاکیزہ بناؤ گے اوران کا تزکیہ کرو گے۔''

وَمَآ اٰتَیۡتُمُ مِّنُ زَكٰوةٍ تُرِيۡدُونَ وَجۡهَ اللّٰهِ ، فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُضۡعِفُوۡنَ. (الروم۳۰:۳۹)

''اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دیتے ہو تو اسی کے دینے والے ہیں جو اللہ کے ہاں اپنا مال بڑھاتے ہیں۔''

زکوٰۃ کا قانون

زکوٰۃ کا قانون مسلمانوں کے اجماع اور تواتر عملی سے ہم تک پہنچا ہے۔ اس کے سمجھنے میں فقہا کے اختلافات سے قطع نظر کر کے اسے اگر شریعت میں اس کی اصل کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اسے ہم اس طرح بیان کر سکتے ہیں:

۱۔ پیداوار، تجارت اور کاروبار کے ذرائع، ذاتی استعمال کی چیزوں اور حد نصاب سے کم سرمایے کے سوا کوئی چیز بھی زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ یہ ہر مال، ہر قسم کے مواشی اور ہر نوعیت کی پیداوار پر عائد ہوگی اور ہر سال ریاست کے ہر مسلمان شہری سے لازماً وصول کی جائے گی۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۲۔ اس کی شرح یہ ہے:

مال میں ۲/۱ ۲ فی صدی سالانہ۔

پیداوار میں اگر وہ اصلاً محنت یا اصلاً سرمایے سے وجود میں آئے تو ہر پیداوار کے موقع پر اس کا ۱۰ فی صدی، اور اگر محنت اور سرمایہ، دونوں کے تعامل سے وجود میں آئے تو ۵ فی صدی، اور دونوں کے بغیر محض عطیۂ خداوندی کے طور پر حاصل ہو جائے تو ۲۰ فی صدی۔

مواشی میں

۱۔ اونٹ

۵ سے ۲۴ تک، ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری

۲۵ سے ۳۵ تک، ایک یک سالہ اونٹنی اور اگر وہ میسر نہ ہو تو دو سالہ اونٹ

۳۶ سے ۴۵ تک، ایک دو سالہ اونٹنی

۴۶ سے ۶۰ تک، ایک سہ سالہ اونٹنی

۶۱ سے ۷۵ تک، ایک چار سالہ اونٹنی

۷۶ سے ۹۰ تک، دو، دو سالہ اونٹنیاں

۹۱ سے ۱۲۰ تک، دو، سہ سالہ اونٹنیاں

۱۲۰ سے زائد کے لیے ہر ۴۰ پر ایک دو سالہ اور ہر ۵۰ پر ایک سہ سالہ اونٹنی۔

ب۔ گائیں

ہر ۳۰ پر ایک یک سالہ اور ہر ۴۰ پر ایک دو سالہ بچھڑا۔

ج۔ بکریاں

۴۰ سے ۱۲۰ تک، ایک بکری

۱۲۱ سے ۲۰۰ تک، دو بکریاں

۲۰۱ سے ۳۰۰ تک، تین بکریاں

۳۰۰ سے زائد میں ہر ۱۰۰ پر ایک بکری۔

۳۔ زکوٰۃ کے مصارف سے متعلق کوئی ابہام نہ تھا۔ یہ ہمیشہ فقرا و مساکین اور نظم اجتماعی کی ضرورتوں ہی کے لیے خرچ کی جاتی تھی، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب منافقین نے اعتراضات کیے تو قرآن نے انھیں خود پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا۔ ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ، وَالۡمَسٰکِیۡنِ، وَالۡعٰمِلِیۡنَ عَلَیۡهَا، وَالۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوۡبُهُمۡ، وَفِی الرِّقَابِ، وَالۡغٰرِمِیۡنَ، وَفِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ، وَابۡنِ السَّبِیۡلِ، فَرِیۡضَةً مِّنَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ. (التوبہ ۹: ۶۰)

’’یہ صدقات تو بس فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں، اور ان کے لیے جو ان پر عامل بنائے جائیں، اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو، اور اس لیے کہ گردنوں کے چھڑانے اور تاوان زدوں کی مدد کرنے میں، راہ خدا میں اور مسافروں کی بہبود کے لیے خرچ کیے جائیں۔ یہ اللہ کا مقرر کردہ فریضہ ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے۔‘‘

اس آیت میں جو مصارف بیان کیے گئے ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:

فقرا و مساکین کے لیے۔

’العاملین علیها‘، یعنی ریاست کے تمام ملازمین کی خدمات کے معاوضے میں۔[۳۴]

’المؤ لفة قلوبهم‘، یعنی اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں تمام سیاسی اخراجات کے لیے۔

۳۴؎ اس لیے کہ ریاست کے تمام ملازمین درحقیقت ’العاملین علی اخذ الضرائب وردها الی المصارف‘ ہی ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ نہایت بلیغ تعبیر ہے جو قرآن نے اس مدعا کو ادا کرنے کے لیے اختیار کی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ لوگ بالعموم اسے سمجھنے سے قاصر رہے ہیں، لیکن اس کی جو تالیف ہم نے بیان کی ہے، اس کے لحاظ سے دیکھیے تو اس کا یہ مفہوم بادنیٰ تامل واضح ہو جاتا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

'فی الرقاب'، یعنی ہر قسم کی غلامی سے نجات کے لیے۔

'الغارمین'، یعنی کسی نقصان، تاوان یا قرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے لوگوں کی مدد کے لیے۔

'فی سبیل اللّٰہ'، یعنی دین کی خدمت اور لوگوں کی بہبود کے کاموں میں۔

'ابن السبیل'، یعنی مسافروں کی مدد اور ان کے لیے سڑکوں، پلوں، سراؤں وغیرہ کی تعمیر کے لیے۔

۴۔ زکوٰۃ کی ایک قسم صدقۂ فطر بھی ہے۔ یہ ایک فرد کے لیے صبح و شام کا کھانا ہے جو چھوٹے بڑے ہر شخص کے لیے دینا لازم کیا گیا ہے اور رمضان کے اختتام پر نماز عید سے پہلے دیا جاتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صدقہ لغو اور شہوانی باتوں کے اثرات سے روزوں کی تطہیر اور غریبوں کے لیے عید کے کھانے کی غرض سے عائد کیا ہے[۳۳۵]۔ حضور کے زمانے میں اسے بالعموم اناج کی صورت میں ادا کیا جاتا تھا۔ چنانچہ آپ نے اس کی مقدار ایک صاع، یعنی کم و بیش ڈھائی کلوگرام مقرر کر دی تھی:

فرض رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر صاعاً من تمر، او صاعاً من شعیر، علی العبد والحر، والذکر والانثی، والصغیر والکبیر من المسلمین، وامر بھا ان تودی قبل خروج الناس الی الصلوٰۃ. (بخاری، رقم ۱۵۰۳)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر ہر مسلمان پر لازم ٹھیرایا ہے۔ ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو ہر فرد کے لیے، غلام ہو یا آزاد، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا اور حکم دیا ہے کہ یہ نماز کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ریاست زکوٰۃ لے گی تو اس کے دینے والے بھی ہوں اور وصول کرنے والے بھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ دینے والے اپنے اوپر زیادتی کے باوجود ان لوگوں کو راضی کرنے کی کوشش کریں جو ان کے پاس زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے آئیں[۳۳۶] اور وصول کرنے والے خیانت نہ کریں[۳۳۷]، زکوٰۃ دینے والوں کو اپنے پاس بلانے کے بجائے ان کی جگہ پر پہنچ کر ان سے زکوٰۃ وصول کریں[۳۳۸]، زکوٰۃ میں ان کا بہترین مال سمیٹ لینے کی کوشش نہ کریں اور مظلوم کی بددعا سے بچیں، اس لیے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا[۳۳۹]۔

زکوٰۃ کا قانون یہی ہے۔ تاہم اس معاملے میں عام غلط فہمیوں کے باعث یہ چند باتیں مزید واضح رہنی چاہییں:

۳۳۵؎ ابوداؤد، رقم ۱۶۰۹۔

۳۳۶؎ مسلم، رقم ۹۸۹۔ ابوداؤد، رقم ۱۵۸۹۔

۳۳۷؎ مسلم، رقم ۱۸۳۳۔

۳۳۸؎ ابوداؤد، رقم ۱۵۹۱۔

۳۳۹؎ مسلم، رقم ۱۹۔

ایک یہ کہ زکوٰۃ کے مصارف پر تملیک ذاتی کی جو شرط ہمارے فقہانے عائد کی ہے، اس کے لیے کوئی ماخذ قرآن وسنت میں موجود نہیں ہے، اس وجہ سے زکوٰۃ جس طرح فرد کے ہاتھ میں دی جا سکتی، اسی طرح اس کی بہبود کے کاموں میں بھی خرچ کی جا سکتی ہے۔[340]

دوسری یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے اور اپنے خاندان کے لوگوں کے لیے زکوٰۃ کے مال میں سے کچھ لینے کی ممانعت فرمائی تو اس کی وجہ ہمارے نزدیک یہ تھی کہ اموال فے میں سے ایک حصہ آپ کی اور آپ کے اعزہ واقربا کی ضرورتوں کے لیے مقرر کر دیا گیا تھا۔[341] یہ حصہ بعد میں بھی ایک عرصے تک باقی رہا۔ لیکن اس طرح کا کوئی اہتمام، ظاہر ہے کہ ہمیشہ کے لیے نہ ہو سکتا ہے اور نہ اسے کرنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا بنی ہاشم کے فقرا و مساکین کی ضرورتیں بھی زکوٰۃ کے اموال سے اب بغیر کسی تردد کے پوری کی جا سکتی ہیں۔

تیسری یہ کہ ریاست اگر چاہے تو حالات کی رعایت سے کسی چیز کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے سکتی اور جن چیزوں سے زکوٰۃ وصول کرے، ان کے لیے عام دستور کے مطابق کوئی نصاب بھی مقرر کر سکتی ہے۔ روایتوں میں بیان ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مقصد سے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ نہیں لی اور مال، مواشی اور زرعی پیداوار میں اس کا نصاب مقرر فرمایا۔ یہ نصاب درج ذیل ہے:

مال میں ۵ اوقیہ/ ۶۴۲ گرام چاندی

پیداوار میں ۵ وسق/ ۶۵۳ کلوگرام کھجور

مواشی میں ۵ اونٹ، ۳۰ گائیں اور ۴۰ بکریاں۔

آپ کا ارشاد ہے: 'قد عفوت عن الخیل والرقیق'[342] (میں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ معاف کر دی ہے)۔ اسی طرح فرمایا ہے:

لیس فیما دون خمسة اوسق من التمر صدقة، ولیس فیما دون خمس اواق من الورق صدقة، ولیس فیما دون خمس ذود من الابل صدقة. (الموطا، رقم ۵۷۸)	"۵ وسق سے کم کھجور میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے، ۵ اوقیہ سے کم چاندی میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے اور ۵ سے کم اونٹوں میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔"

۳۴۰؎ اس موضوع پر مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو، استاذ امام امین احسن اصلاحی کی کتاب "توضیحات" میں ان کا مضمون: "مسئلۂ تملیک"۔

۳۴۱؎ مسلم، رقم ۱۰۶۹، ۱۰۷۲۔

۳۴۲؎ ابوداؤد، رقم ۱۵۷۴۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

چوتھی یہ کہ جو کچھ صنعتیں اس زمانے میں وجود میں لاتیں اور اہل فن اپنے فن کے ذریعے سے پیدا کرتے اور جو کچھ کرایے، فیس اور معاوضۂ خدمات کی صورت میں حاصل ہوتا ہے، وہ بھی اگر مناط حکم کی رعایت ملحوظ رہے تو پیداوار ہی ہے۔ اس وجہ سے اس کا الحاق اموال تجارت کے بجائے مزروعات سے ہونا چاہیے اور اس معاملے میں وہی ضابطہ اختیار کرنا چاہیے جو شریعت نے زمین کی پیداوار کے لیے متعین کیا ہے۔

پانچویں یہ کہ اس اصول کے مطابق کرایے کے مکان، جائدادیں اور دوسری اشیا اگر کرایے پر اٹھی ہوں تو مزروعات کی اور اگر نہ اٹھی ہوں تو ان پر مال کی زکوٰۃ عائد کرنی چاہیے۔

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com